سفر جمال (محمد رسول اللہ ﷺ کی جمالیاتی مزاحمت کی پرعزم داستاں) **میاں انعام الرحمن**

ناشر: لدھیانہ پبلی کیشنز، گوجرانوالہ، پاکستان، صفحات: ۱۶۴، قیمت: ۲۰۰/-(پاکستانی)

تاریخ میں کسی انسان کے مختلف پہلوؤں پر اس کثرت سے نہیں لکھا گیا جتنا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر لکھا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عجائباتِ قرآن کی طرح عجائباتِ سیرت لامتناہی ہیں۔ سیرت نبویؐ کے بہت سے گوشے ہنوز پردہ میں اور محققین کے لیے چیلنج ہیں۔ پروفیسر میاں انعام الرحمن بھی ان خوش بختوں میں شامل ہیں جن کو سیرت النبیؐ کے موضوع سے خصوصی دل چسپی ہے۔ ان کی کتاب 'سفر جمال' اس کا بیّن ثبوت فراہم کرتی ہے۔ انھوں نے اپنے نتائجِ تحقیق کو سیرت نگاری کے انیس (۱۹) اصول وضوابط کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ ان کے بہ قول ان اصول کو پیش نظر رکھنے سے سیرت نبویؐ کے آفاقی پہلوؤں کی تفہیم ممکن ہے۔

ابتدا میں ڈاکٹر محمد اکرم ورک نے کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے۔ کتاب ایک مبسوط مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول ہی اصل کتاب ہے، جب کہ باب دوم تعلیقات اور باب سوم الحاقات پر مشتمل ہے۔ 'سیرت رسول ﷺ اور ہجرت: ایک معنوی مطالعہ' کے عنوان کے تحت فاضل مصنف نے ہجرت کے واقعات سے حاصل ہونے والے دروس اور نصائح کو بیان کیا ہے۔ باب دوم 'تعلیقات' کے تحت دو مضامین: 'ہجرت اور نماز' اور 'عزم اور تکبر' شاملِ کتاب ہیں۔ بہ ظاہر ان دونوں مضامین کا سیرتِ نبویؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ باب سوم 'الحاقات' کے تحت بھی دو مضامین کو شامل کیا گیا ہے: 'بعثت نبویؐ کے عصری مکاشفے' اور 'اصالتِ دین کی تلاش میں حدیث کا تاریخی کردار'۔ اول الذکر مضمون میں فاضل مصنف نے اس سوال سے بحث کی ہے کہ ''نبی خاتم ﷺ کی بعثت اٹھارویں یا اکیسویں صدی کے بجائے آخر ساتویں صدی میں خطۂ عرب ہی میں کیوں ہوئی؟'' مصنف کا خیال ہے کہ آج نوعِ انسانی جن مسائل کے سامنے مضطرب اور حیران و پریشان کھڑی ہے، ان کے دیرپا اور جامع وسنجیدہ حل کی اساس اسی سوال کے جواب میں پوشیدہ ہے۔ (ص ۱۴۴) بلاشبہ اس مضمون سے بعض الجھنیں دور

ہوں گی، مگر تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔

زبان و بیان کے پہلو سے کتاب ثقیل ہے، مگر اپنے مواد اور لوازمات کے پہلو سے بھر پور ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی ہر بات تحقیق کے بعد اور قرآن و حدیث کے دلائل کی بنیاد پر رکھی ہے۔ امید ہے کہ علمی حلقوں میں اس کتاب کا استقبال کیا جائے گا۔

(عبدالحی اثری)

ڈاکٹر محمود احمد غازی: حیات، افکار اور افادات مرتّبین: ابو عمار زاہد الراشدی/ محمد عمار خان ناصر

ناشر: مکتبہ الحیات، گاؤ کدل، سرینگر (کشمیر) سنۂ اشاعت: ۲۰۱۶ء، صفحات: ۷۰۸، قیمت: ۶۰۰/روپے

ڈاکٹر محمود احمد غازی (۱۹۵۰-۲۰۱۰ء) ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ ایک ممتاز مفکر، محقق اور مصنف، قدیم و جدید علوم کے ماہر اور علم وفکر کے ہمہ جہت اور ہمہ گیر تابندہ ستارہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گونا گوں علمی و عملی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ انھیں علوم اسلامیہ کے ہر شعبہ میں مہارت حاصل تھی۔ متنوع اور خدا داد صلاحیتوں کی وجہ سے ان کی علمی وفکری خدمات قابلِ قدر ہیں اور لوگ ان کے علمی سرمایہ سے بڑے پیمانے پر مستفید ہو رہے ہیں۔ وہ سات زبانوں کے ماہر تھے اور ان زبانوں میں تحقیق و تصنیف اور خطابت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ ان کی علمی، دینی اور فکری خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ محاضرات کی انمول سیریز (محاضرات قرآن، محاضرات حدیث، ، محاضرات سیرت، محاضرات فقہ، محاضرات معیشت و تجارت) تیار کر کے ڈاکٹر صاحب نے زبردست علمی کارنامہ انجام دیا ہے جو انہیں صدیوں زندہ رکھے گا۔ ان کی علمی اور عملی زندگی ہر لحاظ سے قابل رشک ہے، کیوں کہ وہ علم و تقویٰ کا حسین امتزاج تھے۔

زیر نظر کتاب 'ڈاکٹر محمود احمد غازی: حیات، افکار اور افادات'، جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، مرحوم کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ سوانح پر ہے۔ اس میں پینتیس (۳۵) مضامین ہیں۔ دوسرے حصے

میں اٹھارہ (۱۸) اہل علم کے مختصر پیغامات و تاثرات شامل ہیں۔ تیسرا حصہ ان کے افکار کے تعارف پر مشتمل ہے۔ اس میں دس (۱۰) معروف علماء نے ان کی شخصیت، افکار اور علمی کارناموں پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ چوتھے حصے میں مرحوم کے منتخب افادات ہیں، نیز ان کے غیر مطبوعہ خطبات، خطوط، تقریظات اور انٹرویوز شامل ہیں۔ پانچویں حصے میں تعزیتی نشستوں کی روداد بیان کی گئی ہے۔

ڈاکٹر غازی کی بیٹی ماریہ اپنے مضمون میں لکھتی ہیں: ''دنیا کے لیے بلا شبہ وہ ڈاکٹر محمود غازی تھے، مگر ہمارے لیے صرف بابا تھے۔ انھوں نے کبھی گھر میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ کتنے بڑے آدمی تھے۔ ان کے علم و تقویٰ کے بارے میں تو خاندان والوں کو بخوبی علم تھا، مگر دنیا ان سے کتنی محبت رکھتی ہے، اس کا اندازہ ان کے انتقال کے بعد ہوا۔ (ص ۴۷) مولانا ابو عمار زاہد الراشدی نے اپنے مقالے میں ان کی فکر پر جامع تبصرہ کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے: ''ڈاکٹر محمود غازی کو عام طور پر یونی ورسٹی کی دنیا کا آدمی سمجھا جاتا رہا ہے، حالاں کہ وہ اصلاً دینی مدارس کے ماحول کے آدمی تھے اور جدید تعلیم کی دنیا میں روایتی دینی حلقوں کی بھر پور اور کام یاب نمائندگی کر رہے تھے۔ جدید ماحول میں آج کے اسلوب اور اصطلاحات میں دینِ اسلام اور امتِ مسلمہ کے روایتی اور اجماعی موقف کی جس کام یابی کے ساتھ نمائندگی کرتے تھے، مجھے اس معاملے میں بلا مبالغہ کوئی ثانی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ علم و فکر میں توازن کے حوالہ سے وہ اپنے معاصرین میں سب سے نمایاں تھے۔'' (ص:۵۵) ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر نے اپنے مضمون میں محاضرات کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ان میں گفتگو کا تناظر کتابی نہیں، بلکہ واقعی ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ معاصر فکری تناظر سے کٹا ہوا نہیں، بلکہ اس سے جڑا ہوا ہے۔ صاحبِ محاضرات نے جدید ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات اور اشکالات کے اہم گوشوں پر اپنا تجزیہ تفصیلاً پیش کرنے کے علاوہ بہت سے ذیلی اور جزوی امور پر ایسے اشارات بھی بیان کیے ہیں جنھیں بوقتِ ضرورت اجمال سے تفصیل میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔'' (ص ۲۰۵) ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی نے ڈاکٹر محمود غازی کی مجتہدانہ بصیرت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اعلیٰ درجہ کا تفکر اور تحقیقی نقطہ نظر ان کی ہر تحریر سے عیاں ہے۔ اس